رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب وطن از ملک سلیماں خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی می کرد
می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

پانزدہ روزہ

کاکوری اخبار

سالانہ چندہ	۳/
فی پرچہ	۲/

جلد | کاکوری ۱۶ جنوری ۱۹۴۲ء مطابق ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۱۸

ادبیات

رباعیات نعت از جناب حافظ ساجد علی عباسی مرحوم کاکوری

کونین کی سرکار ہے سرکار مدینہ
اللہ کا دربار ہے دربار مدینہ
انوار تجلی سے ہے سو شمع شب طور
ہر ذرۂ خاک در و دیوار مدینہ

بخشش کی نوید ہے رسالت تیری
کیوں حشر سے ہو ڈر کہ ہے اُمت تیری
دوزخ کے عذاب سے بچانے والی
رحمت اسکی ہے اور شفاعت تیری

موسیٰ کی رسائی کیا کہا تک پہونچے
معلوم ہے عیسیٰ بھی جہاں تک پہونچے
معراج رسول ہاشمی کی کیا بات
اک چشم زدن میں لامکاں تک پہونچے

یہ فخر عرب حسب نسب کس کا ہے
شاہنشہ دنیا لقب کس کا ہے
جبریل امین رکاب تھامیں جسکی
یہ شان یہ رتبہ یہ ادب کس کا ہے

لولاک لما تیرے حق میں آیا
محبوب خدا خطاب تو نے پایا
منظور نظر جو تری یکتائی تھی
خالق نے کیا خلق نہ تیرا سایا

حدیث دل

از ح۔ ایس۔ نگار صاحبہ

تمناؤں اور آرزوؤں کے دیئے ہوئے خواب۔ تو مجھے اپنی دلکش جھلک دکھا کر کیوں غائب ہوگیا ہے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ تیرے لگائے ہوئے پودے نے میرے دل میں جڑ پکڑلی تھی۔ اور حسین تمنا دل کے سہارے سے بڑھنا شروع کردیا تھا۔ ۔ ۔ مگر عین اسوقت جب خون جگر سے سینچے ہوئے اس پودے میں پھل آتے۔ تو حسرتوں کے سیاہ بادل میں چھپ گیا۔ اور مجھے اپنا دیوانہ بنا کر چھوڑ گیا۔ اے میرے حسین خواب۔ تیرا لگایا ہوا تو نہال اب مرجھا گیا ہے اور اس کے پتے گرنے لگے ہیں۔ کیا تو آکر ۔ ۔ ۔ نہ بخشے گا؟ ۔ کیا تو اسے اسی طرح مرجھانے دیگا؟

اے میرے خواب؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہے حال عیاں شاہ مدینہ میرا
داغوں سے ہے لالہ زار سینہ میرا
ہوں گردش بخت کے بھنور میں مولا
اب پار لگائیے سفینہ میرا

مولا سے چھپی نہیں دعا میری ہے
کس منھ سے کہوں جو التجا میری ہے
طیبہ میں رہوں نہ میں مروں اور گڑوں
بے دردی ۔ ۔ ۔ یہی دوا میری ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۹ | کاکوری، جمعہ ۱۶ر جنوری ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۰

آہ انتظار بھائی

کاکوری میں تنزل و ادبار کی جو گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں اسکی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ایسے افراد اٹھتے جاتے ہیں جو زندگی لطف و اطمینان سے گزارتے تھے اور انکی ذات سے لوگوں کو فائدہ پہونچتا تھا ہمارے قصبہ کی انتہائی بدنصیبی ہے کہ ایسی ہستیاں اٹھتی جاتی ہیں جنکا بدل پیدا نہیں ہوتا۔ انھیں میں قصبہ کی مایہ ناز شخصیت قاضی انتظار علیخاں عباسی بی۔ اے کی تھی جو ۲۰ و ۲۱ دسمبر ۱۹۴۱ء کی درمیانی شب میں بمقام کلکتہ ہمیشہ کیلئے ہم سے جدا ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

افسوس صد ہزار افسوس آپ کی کن کن خوبیوں کو یاد کریں جبکہ آپکی ذات مجمع الصفات تھی منکسر المزاجی، خوش اخلاقی، بامروتی، وضعداری اور علمی قابلیت کے انسان تھے۔ ادنیٰ و اعلیٰ عزیز و بیگانہ کے ساتھ محبت و لطف سے پیش آتے ہر چھوٹے بڑے سے خواہ وہ کسی طبقہ و درجہ کا ہو اس طرح پیش آتے جس سے خلوص پایا جاتا۔ حضرت عزیز لب کی امداد و مالی اعانت نہیں کرتے تھے بلکہ ہر حاجتمند کی ضرورت پر کام آتے تھے۔

۱۹۰۲ء میں آپنے ایم۔ اے۔ او۔ کالج، علیگڈھ سے بی، اے کی ڈگری حاصل کی اور کاکوری میں علیگڈھ کے سب سے پہلے گریجویٹ آپ ہی تھے ۱۹۰۳ء سے آپکی ملازمت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اولاً سی۔ پی میں چند روز مدرسہ کی ہیڈ ماسٹری کی۔ چونکہ طبیعت کو اس طرف لگاؤ نہ تھا تھوڑے عرصہ کے بعد وہاں سے مستعفی ہوکر چلے آئے اور لکھنؤ چیف کورٹ میں نقل نویسی کی خدمت پر تقرر ہوگیا دو ڈیڑھ سال کے بعد محکمۂ زراعت کے دفتر میں چلے گئے اور کانپور میں قیام ہوا چند ہی مہینے اس محکمہ میں کام کیا تھا کہ محکمۂ آبکاری میں انسپکٹری کی خدمت پر مامور ہوئے اور اس محکمہ سے بتدریج ترقی کرکے اسسٹنٹ کمشنری تک پہونچے اور ۱۹۳۳ء میں نیکنامی کے ساتھ پنشنیاب ہوکر وطن میں قیام کیا۔ چند سال تک آپ کی خدمات ریاست بھوپال نے بھی مستعاری تعین اور ریاست کے محکمۂ آبکاری کے افسر اعلیٰ رہکر بہت کچھ اس محکمہ میں اصلاحیں کیں تھیں اور ترقی دی تھی کئی سال کے بعد ریاست نے یہ محکمہ توڑ دیا اور آپ برٹش انڈیا میں اپنی خدمت پر واپس آگئے۔ اپنی تمام تیس سالہ ملازمت میں نہایت نیکنام رہے اور انتہائی تدبر اور محنت سے اپنے فرائض منصبی انجام دیئے اور جہاں جہاں رہے نہ صرف اپنے حلقۂ احباب میں بلکہ اپنے ماتحتین اور محکمہ سے متعلقہ لوگوں میں بہت ہردلعزیز رہے۔ فرائض منصبی کے علاوہ ہر شخص سے عزیزانہ برتاؤ کرتے تھے پنشن یابی کے بعد باوجود خرابی صحت کے جملہ علمی۔ ادبی، سیاسی و مذہبی مجالس میں بشوق شریک ہوتے اور اپنے بیش بہا خیالات و تاثرات سے نوجوانان وطن کی رہنمائی فرماتے رہے۔ کاکوری میں "سیرت کمیٹی" کی بنا ڈالی اور نہایت اولوالعزمی سے اپنی جیب سے کافی رقم صرف کرکے سال میں دو تین جلسے سیرت کمیٹی کے کرتے تھے جنمیں باہر سے مقررین بلائے جاتے جنکے کرایہ وغیرہ کے خود کفیل ہوتے تھے۔ وطن کے دیگر اداروں مثلاً علیگس ایسوسی ایشن مسلم لیگ، اور اصلاحی و تعلیمی جلسوں کے روح رواں تھے۔ علیگڈھ کی ہر تحریک سے خصوصیت کے ساتھ دلچسپی تھی اور علیگڈھ و دوسری تحریکات میں جنمیں مسلمانوں کا فائدہ دیکھتے دامے درمے امداد سے دریغ نکرتے تھے آپکے خیالات ہر حیثیت سے بہت ارفع و اعلیٰ تھے اور اسلامی درد رگ و پے میں سرایت تھا۔ قوم پرستی مذہبی جوش اور جذبۂ ایمانی بدرجۂ اتم موجود تھا۔ کئی سال تک مقامی مسلم لیگ کے نائب صدر رہے اور سال رواں میں باوجود اپنی معذوری کی وجہ سے انکار کرنے کے پبلک کی خواہش اور اصرار پر صدارت قبول کی تھی

سیرت کمیٹی اور مسلم لیگ کا خیال اس قدر تھا کہ باوجود کلکتہ میں علیل ہونے کے وقتاً فوقتاً کارکنان کو معقول ہدایت دیتے رہتے تھے۔ اور وطن میں جب کسی ادارہ کے انعقاد جلسہ کی خبر سنتے تو اپنی عدم شرکت کا اظہار افسوس فرماتے تھے۔

آپ جناب قاضی وصی علیخاں مرحوم کے بڑے صاحبزادہ قاضی زکی علیخان مغفور کے چھوٹے بیٹے تھے اور یکم رمضان ۱۲۹۴ھ مطابق ۹ ستمبر ۱۸۷۷ء بروز یکشنبہ کاکوری میں پیدا ہوئے۔ ذہانت اور شوق علمی کا بچپن ہی سے اظہار ہوتا تھا اور بہت کم عمری میں بی۔ اے پاس کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ اور اکثر نہ صرف اپنے ہم عمروں سے بلکہ بزرگوں سے بھی اپنے اس خیال کو ظاہر کرتے رہتے تھے۔

مرحوم بہت سخت سخت بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور صحتیاب ہوئے۔ اب کئی سال سے صحت بہت خراب ہو گئی تھی اور کسی نہ کسی شکایت میں مبتلا رہتے تھے۔ پنشن لینے سے چند سال پہلے اپنی بڑی صاحبزادی کے انتقال سے بہت متاثر رہتے تھے۔ ملازمت کی ذمہ داریوں کا احساس بہت تھا اور فرائض منصبی کی ادائی میں اس قدر انہماک تھا کہ صحت کی طرف سے بھی لاپرواہ ہو جاتے تھے۔ شبانہ روز کی محنت اور جوان بیٹی کے صدمہ نے بہت نڈھال کر دیا تھا اور آئے دن عوارض میں مبتلا رہتے تھے۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء میں بلڈ پریشر کی شکایت شروع ہوئی۔ ۱۷ نومبر ۱۹۴۱ء کو کلکتہ اپنے صاحبزادہ کے پاس تشریف لے گئے وہاں علاج ہوتا رہا۔ کچھ طبیعت روباصلاح ہوئی تھی کہ وطن کا قصد کیا اور یہاں اطلاع آئی کہ ۲۶ تاریخ کو پہونچیں گے کہ دفعتاً ۲۰ کی شام کو فالج کا حملہ ہوا اور حالت بہت نازک ہو گئی تھی لیکن بہترین معالجہ اور تیمارداری سے طبیعت روباصلاح ہونے کی خبر ملی تھی گو معذوری آخر وقت رہی۔ دفعتاً پھر طبیعت بگڑی اور کمزوری کے باعث مختلف شکایات پیدا ہو گئیں اور روز بروز حالت بد سے بدتر ہوتی گئی آخر وہ وحشتناک خبر جسکا اندیشہ تھا ۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء بروز یکشنبہ ۱۱ بجے رات کو یہاں پہونچی دوشنبہ کی صبح کو تمام کاکوری میں مشہور ہو گئی جس نے اس حادثۂ فاجعہ کو سنا محزون و غمگین ہوا اعزہ، احباب اور غیر سب ہی کو افسوس ہوا۔ چنانچہ خبر آنے کے تیسرے دن قرآن خوانی کا اعلان کیا گیا جسمیں ہر طبقہ و درجہ کے لوگوں نے شرکت کی اور کئی کلام مجید و سوا لاکھ سے زائد کلمہ کا ثواب مرحوم کی روح کو پڑھ کر بخشا گیا قصبہ میں خبر انتقال کے پہونچتے ہی مسلم لیگ کے دفتر کا جھنڈا نصف بلندی تک اُتار دیا گیا۔

پنشن یابی کے بعد مرحوم نے اپنی مرنجان مرنج چند سالہ زندگی قوم اور وطن کی خدمت میں گذاری۔ یہی وجہ تھی کہ تھوڑے عرصہ میں آپ وہ محبوبیت اپنے وطن میں حاصل ہوئی کہ شاید ہی کسی دوسرے شخص کو حاصل ہو سکے۔

قاضی افتخار علیخان عباسی کی موت کے بعد کاکوری کی تہذیب اور خلق کا ایسا چراغ گل ہو گیا جسکی تلافی ناممکن ہے۔ افسوس ہے کہ آپ کی دلی خواہش وطن میں زندہ آنے کی پوری نہوئی اور حسب وصیت لاش کا بھی کاکوری آنا جنگ کی وجہ سے ریلوے کی دقتوں کے باعث دشوار ہوا اور کلکتہ ہی میں جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔

دعا ہے کہ مرحوم کے واحد صاحبزادہ قاضی اظہار علیخان عباسی کو اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلنے کی باری تعالیٰ ہمت عطا فرمائے اور عمر طبعی کو پہونچیں۔ دنیاوی وجاہت و عزت کیساتھ ساتھ دینی ترقیاں بھی نصیب ہوں۔

ہم مذکورالصدر نوٹ لکھ رہے تھے کہ عزیزی حسن ابن ضیا سلمہ کی تحریر اس حادثہ سے متعلق ہم کو مل گئی تاثرات بھی ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

نقوش

ریلوے حکام کو یاد دہانی :- ہمارے بار بار توجہ دلانے پر بھی ہم کو معلوم ہوا ہے کہ افسران متعلقہ نے کاکوری اسٹیشن کی بدنظمیوں کو رفع کرنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ پبلک کی شکایات بدستور ہیں اور رات کو پلیٹفارموں پر روشنی ابھی تک ناکافی بیان کی جاتی ہے مسافروں کو پانی سقے میں وہی دقتیں پیش آ رہی ہیں جو پہلے تھیں۔

مسافروں کے ساتھ اسٹیشن ماسٹر کے برتاؤ میں بھی کوئی تبدیلی ہوتا نہیں بیان کیا جاتا ہے۔

معززین اور پبلک کے دستخطوں سے جو درخواست اسٹیشن ماسٹر کے خلاف بھیجی گئی تھی اس کا بھی کوئی نتیجہ نہیں معلوم ہوا کہ کیا تحقیقات کی گئی۔ ہم پھر حکام کو ریلوے اسٹیشن کاکوری کی بدنظمیوں کی جانب توجہ دلاتے ہوئے رائے دینگے کہ موجودہ اسٹیشن ماسٹر کو جلد سے جلد یہاں سے تبدیل کر کے کسی ہوشیار تجربہ کار شخص کو یہاں بھیجا جائے جو محکمہ کو بدنامی سے بچائے اور موجودہ بدنظمیوں کو رفع کر کے پبلک کو مطمئن کرے۔

ڈسٹرکٹ بورڈ کی بے توجہی:۔ قصبہ کی صدری سڑک جو درگا گنج سے کٹرہ بازار تک جاتی ہے جسکی لمبائی کم و بیش میل سوا میل ہوگی اسکو بنے ہوئے کئی سال ہو گئے اب وہ کافی درست طلب ہو گئی ہے۔ اور یکوں دگاڑیوں پر سواریوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے اگر جلد درست سڑک مذکور کی نہ ہوئی تو بہت زیادہ خراب ہو جائیگی اور کسی حادثہ ہو جانے کا اندیشہ ہوگا ہم چیرمین صاحب ڈسٹرکٹ بورڈ کو سڑک کی درستی کی جانب توجہ دلاتے ہیں۔

قاضی انتظار علی خان عباسی مرحوم

حیات انسانی اس دیرنا پائدار میں سیلاب حوادث سے گھری ہوئی ہے بقائے دوام اس منزل فنا میں کسی کو نصیب نہیں۔ موت اس عبرت سرائے فانی میں ایک کھلی ہوئی اٹل و تلخ حقیقت ہے جو وقت مقررہ پر ضرور آتی ہے اور کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی مگر نظام عالم کو درہم برہم کر دیتی ہے عشرت کدہ ماتم کدہ بنجاتا ہے دنیا نگاہوں میں تاریک ہو جاتی ہے آنکھیں غم و صدمہ کی ترجمانی میں آنسو بہاتی ہیں دلوں سے سرد آہیں نکلتی ہیں چہروں پر افسردگی چھا جاتی ہے یہ سب کچھ عموماً ہوتا ہے اور اگرچہ جانے والے کے ساتھ کوئی جان نہیں دیتا! ہم حیات مستعار کی آخری منزل کا نقشہ نظر کے سامنے آجاتا ہے اور زندگی کی حقیقت کا راز کھلجاتا ہے۔ اگرچہ اس عالم فانی کا یہی دستور ہے ایسا ہی ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ لیکن بعض نفوس مقدسہ اپنا دور حیات پورا کر کے کچھ اس انداز سے دامن جھاڑ کر اس دنیا سے اٹھ جاتے ہیں کہ اُن کی زندگی بھی سبق آموز ہوتی ہے اور اُنکی موت بھی دعوت عمل کا درس دیتی ہے۔

قاضی انتظار علیخان مرحوم کا شمار بھی انھیں پاک نفوس میں تھا جنکو موت تہ خاک پوشیدہ تو کر دیتی ہے مگر اُن کے فیوض و برکات پسماندگان کو محروم نہیں رکھ سکتی۔ افسوس ۲۲ دسمبر ۱۹۴۵ء کی منحوس درمیانی شب میں ۲ بجکر ۲۰ منٹ پر بمقام کلکتہ وہ ہم سب سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔

تیس برس تک محکمہ آبکاری میں مختلف عہدوں پر بیش بہا خدمات انجام دیکر نہایت نیکنامی سے پنشن لیکر وطن آ رہے تھے۔ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ سے بی۔ اے کر کے محکمہ آبکاری کے دفتر میں ملازمت کی اور محض اپنی ذاتی قابلیت اور جانفشانی کی وجہ سے ترقی کرتے گئے اور آخر میں اسسٹنٹ اکسائز کمشنر د نائب افسر اعلیٰ محکمہ آبکاری) کے عہدہ سے پنشن لی بکم مثالیں ایسی ملیں گی جنھوں نے چھوٹی سی جگہ پر رہکر نہایت استقلال و محنت سے کام کیا اور اپنے کام کی خوبی کی وجہ سے محض چھوٹے سے زینہ سے چڑھ کر اعلیٰ کامیابی کی سیڑھی کے آخری بلند زینہ پر پہونچکر دم لیا ہو۔

پنشن کے بعد کچھ دن وطن کاکوری میں رہتے اور کچھ دن اپنے صاحبزادہ قاضی اظہار علیخان عباسی اے، ٹی، ایس کے پاس کلکتہ میں گذارتے آخری زمانہ میں علالت کی وجہ سے مستقل قیام بیٹے کے پاس کلکتہ میں تھا۔ انکا حلقہ احباب بہت وسیع تھا اور اخلاق حسنہ کا بہترین نمونہ تھے طرز معاشرت میں نہایت سادگی باقاعدگی اور بے تکلفی بھی طبیعت میں انکسار کے ساتھ خلوص اور نیکی کیساتھ ایک خوشگوار ظرافت بھی تھی، نہایت خوش اخلاق، خوش اوقات پابند صوم صلوٰۃ شیریں گفتار اور بادضع بزرگ تھے۔ اسلامی روایات ان کے دم سے تازہ تھیں۔ بلا خوف و تردد کہا جا سکتا ہے کہ آج انگریزی خوان طبقہ میں بہت کم گنے جا سکتے ہیں جو اخلاقی نبوی کی فتوحات دینی و دنیوی

کا ایسا ثبوت عملاً اپنی زندگی میں دے سکیں جیسا مرحوم نے اپنی زندگی میں دیا ہر شخص اُنکے اخلاق و خلوص اور محبت کا گرویدہ تھا اور احترام و عزت کرتا۔ جو کچھ بھی اللہ نے دیا تھا اس کا صحیح مصرف جانتے تھے۔ اپنے بڑے آدمی ہونے کا احساس کبھی بھی نہ ہوا غرور نام کو بھی نہ تھا کسی کی برائی بھلائی سے مطلب نہ تھا جھگڑے قضیہ سے کوسوں دور بھاگتے۔ بات کرتے تو معلوم ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ گفتگو میں نہایت سادگی ہوتی۔ شیریں بیانی کا خاص جوہر تھا۔ خدا معلوم وہ کون سی خوبی مرنے والے میں تھی کہ جو ایک بار ملا انکے اخلاق کا گرویدہ ہو گیا اور محسوس کرتا تھا کہ اسی شخص نے ایک ذات تک رسائی حاصل کر لی جسکے نیک مشورے، امداد و خلوص کا وہ احسان مند ہے۔ ایسے سچے مسلمان ہی فی الحقیقت عظمت اسلام کے تحفظ کا بہترین ذریعہ ہیں۔

عالم اخلاق کے یہ درخشندہ ستارے جب فلک حیات سے ٹوٹتے ہیں تو ان کی ضوفشانی کم نہیں ہوتی انکی روشن مثال سے دنیا جگمگا اٹھتی ہے اور انکی زندگی کے سنہرے ورق مشعل ہدایت کا کام دیتے ہیں۔ مرحوم نے ایک صاحبزادہ قاضی اظہار علیخان عباسی ای، ایس، او، بی ریلوے اور ایک لڑکی بیگم مظفر علی علوی اپنی یادگار چھوڑے۔ خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے اور جنت الفردوس میں جگہ دے اور وہاں بھی اُنکے مدارج اور بڑھیں ساتھ ہی جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم کو توفیق دے کہ ہم مرحوم کی خوبیاں حتی الوسع اپنے میں پیدا کرنے کی کوشش کریں اور انکے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ یہی مرحوم کی بہترین یادگار ہوگی جو ہم قائم کر سکتے ہیں۔ اور یہی دعا ہے:-

اے خدا بر تربت او بارش رحمت ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

(از الہ آباد حسن ابن ضیاء علوی)

مایادا

ملک برما کا ایک مذہبی رومان!

آج تھاوالی کے دولتمند سوداگر کی خوبصورت لڑکی مایادا دیوانگی کی حالت میں سرتاپا برہنہ کھڑی تھی سنگ مرمر کیطرح چمکتا ہوا بدن گھونگھر والے سیاہ بالوں سے قدرے ڈھک گیا تھا۔ بھگوان بدھ انجیر کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ریاضت میں مصروف تھے۔ آج سید ھارت کی اتنی مجال نہیں تھی کہ وہ آنکھ اٹھا کر بھی اُس عورت کو دیکھ لیں عورت نے ان سے ایک مطالبہ کیا جسکے جواب میں انہیں بہت دیر تک اپدیش دینا پڑا۔ زندگی اور موت کی تصویریں سامنے رکھنی پڑیں لیکن وہ عورت کچھ نہ سمجھ سکی۔ آخر بھگوان نے آنکھیں جھکائے ہوئے پوچھا: "آخر تو کیا چاہتی ہے" "شوہر بچے اور ماں، باپ" "اچھی بات ہے، تو مٹھی بھر سرسوں لے آ تب تیرے عزیزوں کو واپس کیا جا سکے گا۔ مگر ہاں! یاد رہے یہ سرسوں اس کھیت کی ہو جسکے آس پاس کبھی موت نہ ہوئی ہو۔" مایادا وہاں سے چلی خوش۔ مسرور اس نے اٹھا لئے ہوئے کپڑے پہنے بالوں کو سمیٹا اور آگے بڑھی جلدی ہی ایک جگہ اسکو سرسوں ملگئی وہ مٹھی میں بھر کر لے چلی۔ راستہ میں خیال آیا کیوں نہ اس نے لوگوں سے پوچھا۔ یہاں کوئی موت تو نہیں ہوئی ہے؟ جواب ملا، کئی اموات ہو چکی ہیں۔

مایادا کی مٹھی سے سرسوں کے دانے زمین پر منتشر ہو گئے۔ اسیطرح وہ بہت دین تک بھٹکتی پھری۔ مگر کوئی جگہ ایسی نہ ملی جہاں موت نہوئی ہو اب اسے بھگوان بدھ کا اپدیش یاد آیا جو انہوں نے مایادا کو دیا تھا۔

"سب فانی ہیں۔ امیر و غریب کوئی موت سے نہیں بچ سکتا ہم مرنے کے بعد سکون حاصل کر سکتے ہیں۔ ساری مصیبت ذی روح چیزوں کے لئے ہے۔ خواہشات سے نجات پا کر ہی ہم جنت میں پہونچتا ہے۔ زندہ رہنے والا مصیبت اٹھاتا ہے اور مصیبت انسانی ارتقا کا بہترین ذریعہ ہے خوشی محدود ہوتی ہے اور غم لامحدود۔ اسی لئے غم کی کہانیاں ہمیشہ دنیا کی تاریخ میں زندہ رہتی ہیں"

مہاتما بدھ کے اپدیشوں سے جو بات اس دیوانی لڑکی کی سمجھ میں نہ آسکی تھی وہ آج دنیا کے ایک نہ ٹلنے والی حقیقت نے سمجھا دی۔ اس لئے سرسوں حاصل کرنے کی ناکام کوشش ترک کر دی اور واپس گئی بھگوان کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے۔ سید ھارت نے اُسکی نجات کی دعا کرتے ہوئے اپنا ہاتھ مایادا کے سر پر رکھ دیا اور اسی دن مایادا اپنی تمام اعلیٰ خصوصیتوں کیساتھ بھگوان بدھ کی زندگی میں گھل ملگئی آج بھی مایادا کی زندگی

برما کی تاریخ کا ایک تمثیلی جز دینی ہوئی ہے۔ مذہبی تقاریب اور جشنوں کے موقعوں پر جو عجیب سنا ظر دیکھنے میں آتے ہیں اُن میں بھگوان بدھ کی مورتی کیساتھ "مایادا" کی مورتی بھی نمایاں امتیاز کی مالک بنی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ افسانہ نامکمل رہ جائیگا اگر مایادا کی ابتدائی زندگی روشنی میں نہ لائی جائے۔ بدھ مت کے اس ابتدائی دور میں غلاموں کی خرید و فروخت عام تھی۔ مایادا کا باپ تھا وائی کا سوداگر ایک دن بازار سے ایک غلام خرید کر لایا تھا۔ وہ غلام ایک خوبصورت اور تندرست نوجوان تھا۔ گھر کا کام بہت خوش اسلوبی سے انجام دیتا تھا۔ اسکی خدمات نے خاندان بھر کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ مایادا بھی اس غلام کیطرف کھنچی چلی گئی۔ اور اتنی کھنچی کہ اسکے دل میں اس غلام کیلئے محبت پیدا ہوگئی۔ ایکدن ہمت کرکے مایادا نے غلام سے کہا۔ "میں تمہیں چاہتی ہوں" غلام تعجب میں پڑگیا۔ اس کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس بے باکی کیساتھ مایادا اپنی محبت کا اظہار کرے گی۔ وہ بولا۔ مگر... مین جواب میں اور کچھ سننا نہیں چاہتی، تم مجھے بھگاکر کہیں لے چلو... بہت دور۔ غلام کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو، آج وہ آقا کی لڑکی کی زبان کیا سن رہا تھا غلاموں کا اپنا کوئی نصب العین نہیں ہوتا۔ اور نہ کوئی انکی آواز ہوتی ہے۔ اُس نے کہا "نہیں میں ایسا نہیں کرسکتا، آقا کے دل سے میرا اعتماد اٹھ جائیگا" اسکی پرواہ مت کرو میں تمہارے بغیر مرجاؤنگی بسکتے کہتے مایادا کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ عورت کے پاس یہی تو ایک ایسا بے پناہ حربہ ہے جسکے سامنے مرد کی ساری عقل اور طاقت دھری رہجاتی ہے۔ آخر غلام نے مایادا کی پیشکش کو منظور کرلیا۔ اور وہ دونوں کچھ روپیے اور زیور لیکر فرار ہوگئے۔ چلتے چلتے یہ اتنی دور اس دیس میں پہونچگئے، جہاں سوداگر اپنی بیٹی کی کھوج میں نہیں پہونچ سکتا تھا۔ مایادا اور وہ غلام سکھ سے رہنے لگے۔ دن ہفتے، مہینے اور سال گذرگئے ایک دن طلوع آفتاب کیساتھ مایادا کے بچہ پیدا ہوا، محبت کی دنیا نئی روشنی سے جگمگا اٹھی۔ کچھ مدت کے بعد روپے پیسے کی قلت سے رونما ہونیوالی مفلسی سے تنگ آکر غلام نے اپنی بیوی سے کہا "ہمیں غیر آباد جگہ میں بس جانا چاہئے" اور وہ اُسی دن وہاں سے چلدیے۔ مایادا راستہ میں بیمار پڑگئی اسکے غلام شوہر نے وہیں جنگل میں گھاس پھوس کی ایک کٹیا بنالی۔ مایادا کی صحت بحال ہوگئی۔ اور کچھ روز کے بعد ایک اور بچہ پیدا ہوا۔

اسکا شوہر ایکدن قریب کے جنگل سے جلانے کیلئے لکڑی لانے گیا۔ بس وہی مایادا کی خوشیوں کا آخری دن تھا۔ کئی دن گذر گئے مگر وہ لوٹ کر نہ آیا۔ غمگین ماں ایک بچے کو کندھے پر رکھکر اور دوسرے کی انگلی پکڑکر جنگل میں تنہا چل پڑی۔ جدھر اسکا شوہر گیا تھا۔ آگے پہونچکر اُسنے دیکھا اسکا شوہر ایک درخت کے تنے کے سہارے مُردہ پڑا ہے۔ اسے سانپ نے ڈس لیا تھا۔ مایادا بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑی۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ اپنے بلکتے ہوئے بچوں کو لیکر آگے بڑھی ایک پہاڑی ندی سے گذرتے ہوئے اسکا پاؤں پھسلا اور دونوں بچے کاندھے سے گرکر پانی میں بہ گئے۔ یہ اُس کے تازہ زخم پر ایک اور چرکا تھا۔ اُسے اپنے باپ کی یاد آئی۔ وہ چلی۔ اپنے وطن، اپنے گھر اپنے باپ کی پناہ میں، وہ جارہی تھی۔ بھاگی ہوئی جلدی جلدی راستے میں اُس نے سوچا "وہ میری ہنستی ہوئی دنیا کو دیکھکر مجھے گلے لگاتے" گر پڑی اور

مین پہونچی، اسی دن محبت کی تاریخ میں ایک غیر فانی رومان کا اضافہ ہوا۔ (ماخوذ)

وطن کی خبرین

نوٹ:۔ اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبرین اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ اڈیٹر

موسم:۔ سردی اب اپنا پورا زور دکھا رہی ہے۔ گذشتہ ہفتہ میں کئی دن شدید سردی پڑی۔ ایک دن پالا بھی گرا جس سے فصل کو کافی نقصان ہونا بیان کیا جاتا ہے کئی دن ابر بھی رہا اور ایکدن شب میں کچھ بوندا باندی بھی ہوئی تھی۔ ہوا میں خنکی محسوس ہوتی ہے جو برفباری کی خبر دیرہی ہے دھوپ خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ دن بھر دھوپ میں اور بعد غروب آفتاب آگ کی انگیٹھیوں کی فکر ہوتی ہے۔ ۱۵ تاریخ سے ابر غلیظ آسمان پر ہے اور وقفہ وقفہ سے آب ریز ہوا۔ نزلہ زکام اور انفلیوئنزا کی شکایات ابھی سُنی جاتی ہیں جو سردی سے کافی احتیاط نکرنیکے باعث ہوسکتی ہیں۔ لاپرواہی اور بے احتیاطی سے نمونیہ کا اندیشہ ہے۔ خداوند کریم سب کو محفوظ و مامون رکھے۔

تقریبات:۔ ۱۱، ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء (۷، ۸ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ) بروز دوشنبہ منشی شفیع الدین کرمانی ساکن قصبہ دیوہ حال مقیم کاکوری کی دختر نیک اختر کا عقد نکاح قبل دوپہر افتخار الدین خلف منشی وقار الدین ساکن دیوہ ہوا

بارات ایک دن قبل شب میں کاکوری آگئی تھی۔ بعد نکاح منشی شفیع الدین کی طرف سے باراتیوں کے علاوہ قصبہ کے اعزہ و احباب کو پُر تکلف دعوت دی گئی۔ کھانا سب لذیذ و خوش ذائقہ تھا۔ ہم منشی شفیع الدین کو فرض سے سبکدوشی پر دلی مبارکباد دیتے ہیں۔

(۲) منشی محمد ابن علی علوی بی۔ اے خلف خورد حاجی منشی اعجاز علی صاحب (چاند محل) کا عقد نکاح حافظ مولوی حسین الدین مرحوم (مولوی محلہ) کی دختر نیک اختر سے ۹ جنوری سنہ ۴۳ء (۲ ذی الحجہ سنہ ۶۱ھ) بعد نماز جمعہ مسجد واقع بارہ دری (مولوی محلہ) میں ہوا۔ مولانا علی میاں مدرس ندوۃ العلماء لکھنؤ نے نکاح خوانی کی بعد نماز مغرب رخصتی عروس عمل میں آئی، دوسرے دن (شنبہ) دو پہر کو نوشہ حاجی اعجاز علی صاحب کی جانب سے وسیع پیمانہ پر دعوت ولیمہ ہوئی اور شب میں بخانہ عروس چوتھی کی دعوت ہوئی۔ ہم حاجی اعجاز علی صاحب اور والدہ عروس (بیوہ مولوی حسین الدین مرحوم) و ماموں مقبول الدین صاحب کو فرائض سے سبکدوش ہونے پر ہدیۂ تہنیت و تبریک پیش کرتے ہیں۔

اعزاز:۔ مولوی نظام الدین حیدر عباسی (محلہ قاضی گڑھی) اپنی تقریباً پندرہ سالہ مدت ڈپوٹیشن ریاست حیدر آباد میں نیکنامی سے ختم کر کے وطن آ چکے۔ نظام الدین صاحب نے ریاست مذکور میں تندہی اور قابلیت سے محکمہ زراعت کو ترقی دی اور عملی طور پر تھوڑی مدت میں ریاست کیلئے فائدے کی صورتیں پیدا کر دیں اس کا اعتراف حیدر آباد کے آنے جانیوالے ہی نہیں بلکہ ریاست کے بڑے بڑے عہدہ داران و افسران نے اپنی تحریری رپورٹوں میں بہت واضح طور پر کیا ہے۔ مولوی نظام الدین حیدر نے ریاست حیدر آباد میں ناظم محکمہ زراعت کی حیثیت سے ہی نہیں اعلیٰ خدمات انجام دیں بلکہ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھی وقتاً فوقتاً مفید مشورے دیتے رہے جسکے صلہ میں یکم جنوری سنہ ۴۳ء کی نئے سال کی فہرست خطابات میں "خان بہادری" کے اعزاز سے گورنمنٹ آف انڈیا نے سرفراز کیا ہے۔ ہم مولوی نظام الدین حیدر عباسی کو اس اعزاز پر ... مبارکباد دیتے ہیں۔

معاودت وطن و واپسی:۔ گذشتہ اشاعت میں اس سرخی کے تحت مولوی ضیاء الحسن علوی، ایم۔ اے اور انکے صاحبزادہ حسن ابن ضیاء علوی کے نام سہواً رہ گئے تھے۔ ہر دو صاحبان تعطیل کرسمس میں ایک شبانہ روز کیلئے کاکوری آئے تھے۔

صحت و تندرستی:۔ (۱) منشی اظہر علی صاحب ایڈوکیٹ ایم ایل اے (مرکزی) کو اب بخار نہیں ہے اور دیگر شکایات بھی رفع ہو گئی ہیں البتہ ابھی کمزوری کافی ہے جو بتدریج رفع ہو رہی ہے۔ ایک عارضی تکلیف اس طرف موصوف کو یہ ہو گئی تھی کہ پٹھے میں درد کی وجہ سے سینک کرنے میں جز کا لگ گیا تھا جو زخم ہو گیا اور اسمیں مواد پڑ گیا تھا جراح کے علاج سے زخم خشک ہو رہا ہے۔

(۲) مولوی شفیع الدین کرمانی کی شکایت قلبی رفع ہو چکی ہے اور غذا کے بعد سینہ میں اب درد بھی نہیں ہوتا البتہ ابھی کھانسی کی تکلیف ہے بلغم پورے طور پر خارج نہیں ہو رہا ہے۔ کمزوری بھی رفتہ رفتہ رفع ہو رہی ہے۔

(۳) اہلیہ مولوی نظام الدین حیدر کے گلے کے غدود کا ورم اب رفع ہو گیا ہے اور درد بھی نہیں ہے طبیعت چاق بیان کیجاتی ہے۔

علالتیں:۔ (۱) اہلیہ سید ثابت علی عباسی (محلہ قلعہ) ابھی تک اسپتال میں ہیں، زخموں کا اندمال ہوتا بتایا جاتا ہے۔ نقاہت بھی بتدریج رفع ہو رہی ہے ۲۰-۲۲ دن کے بعد مریضہ کو اٹھا کر بٹھایا گیا تھا اور اب چند قدم چلنے کی اجازت بھی ملی ہے۔ ابھی کمزوری بہت ہے رب العالمین مریضہ کو بالکل صحیح و تندرست کر کے بخیریت مکان واپس لائے۔

(۲) اہلیہ منشی زکی احمد علوی (محلہ باؤلی) لکھنؤ میں زیر علاج ہیں اُن کے امراض میں ہنوز کمی نہیں ہے۔ اللہ صحت کاملہ عطا فرمائے۔

(۳) اہلیہ قاضی راشد علیخان عباسی کو گذشتہ ہفتہ میں شدید سردی کی وجہ سے تنفس کی شکایت ہو گئی تھی اور سینہ میں درد بھی پیدا ہو گیا تھا تکالیف میں نسبتاً کمی ہے لیکن ابھی سردی کے اثرات باقی ہیں۔ خداوند کریم جلد ازالۂ شکایات فرمائے۔

(۴) والدہ مولوی ضمیر الدین علوی (محلہ قاضی گڑھی) کو ورم جگر و معدہ کی شکایت ہو گئی ہے۔ اور دیرینہ شکایت پیشاب کی بھی تھی ڈاکٹری علاج سے کچھ نفع معلوم ہوتا ہے۔ خداوند کریم جلد صحیح و تندرست فرمائے۔

متفرقات: (۱) محمد خلیل خان الہ آباد سے اطلاع دیتے ہیں کہ امیر وارث حسین محمد حیدری خلف دوم قادری شیر احمد علوی متعلم بی۔ اے کو پراونشل عبا میموریل ڈبیٹ میں تقریر کرنے کے سلسلہ میں گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج (الہ آباد) نے خاص انعام عطا کیا ہے۔ ہم دلی مسرت کے ساتھ حیدری سلمہ و نیز انکے والد مشیر احمد صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔

(۲) اطلاع ملی ہے کہ ۱۱ جنوری ۴۲ء کو سر شام چار بجے اور دو بیل گاڑیاں لکھنؤ سے آتے ہوئے راستہ میں لوٹ لی گئیں۔ سنا ہو کہ گاڑی والوں نے لٹیروں کا مقابلہ بھی کیا۔ لیکن ڈاکو تعداد میں زیادہ تھے اس وجہ سے انکے چوٹیں بھی آئیں اور جو کچھ انکے پاس تھا لٹیروں نے چھین لیا۔ گاڑیوں پر جو سواریاں تھیں اُن کو کافی نقصان ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ عرصہ کے بعد اس سڑک پر واقعہ کا واقع پیش آیا ہو پولیس میں رپورٹ کردی گئی ہے۔ دیکھنا ہے کہ وہ ڈاکوؤں کا پتہ لگانے میں کہانتک کامیاب ہوتی ہے۔

(۳) معلوم ہوا ہے کہ آج کل ایک بھیڑیا لاگو ہو گیا ہے مغربی جانب کے مواضعات ہی میں نہیں بلکہ قصبہ خاص میں بھی برابر رات کو چکر لگاتا ہے۔ تین انسانی بچوں کو مجروح کر چکا ہے جنمیں دو بچے تو فوراً مر گئے ایک لڑکی ابھی زندہ ہے لیکن اسکے گال کا کافی حصہ گوشت کا کٹ گیا ہے یہ بھی دریافت ہوا ہے کہ بعض بندوقچی بھیڑیے کی تلاش میں بھی ہیں لیکن ابھی تک وہ زد پر نہیں آیا۔ اہل قصبہ اور مواضعات کے لوگوں کو اپنے بچوں کی پوری حفاظت کرنا چاہیے اور بعد غروب آفتاب بچوں کو گھروں سے نکلنے نہ دیا جائے۔

حادثات: مولوی حامد حسین علوی خلف حاجی مولوی نور الحسن میر مرحوم نے بمقام اورنگ آباد (دکن) بوقت شب دنیا سے رحلت کی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم حضرت میر مغفور کے منجھلے صاحبزادہ تھے اور بسلسلہ ملازمت دکن میں مقیم تھے۔ گلے میں گلٹی عرصہ سے تھی اب ڈیڑھ سال سے اس میں شدائد پیدا ہو گئے تھے مختلف علاجوں سے تھوڑے عرصہ کے لئے تکلیف میں کچھ کمی ہو جاتی رہی۔ گذشتہ گرمیوں سے مرض نے طول کھینچا اور دو تین مہینے میں باوجود معالجہ کے مرض بڑھتا گیا اور مہینہ بھر سے حالت بہت زار ہو گئی تھی۔ مرحوم بڑے ملنسار اور نیک طبیعت انسان تھے افسوس عمر نے وفا نہ کی اور جوانی میں اعزہ کو داغ مفارقت دیا۔ ہم کو مرحوم کی جوانا مرگی پر دلی قلق ہے اور بارگاہ خلد میں دعا کرتے ہیں کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا ہو۔ مرحوم نے جوان بیوہ تین لڑکیاں اور دو صاحبزادے یادگار چھوڑے ہیں جن سے ہم کو دلی ہمدردی ہے اور نیز مرحوم کے چچا (حاجی انوار الحسن صاحب) دونوں ہمشیروں (بیوہ منشی وزیر احمد مرحوم و اہلیہ مولوی احسن مجتبیٰ) خسر (مولوی امیر احمد صاحب علوی) و دیگر اعزہ سے رسم تعزیت ادا کرتے ہیں۔

(۱) ہم نے دلی رنج و افسوس سے اس خبر کو سنا کہ حافظ محمد طاہر مالک کارخانہ سرکہ ساکن صحتیا باغ لکھنؤ نے ۷ جنوری ۴۲ء کو عین جوانی میں انتقال کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون مرحوم لکھنؤ کے مشہور تاجر حافظ ستیا کے پوتے تھے۔ مخیر اور نیک نفس و خوش اخلاق انسان تھے۔ برسات میں منوں سرکہ لوگوں کو مفت تقسیم کرتے تھے۔ چنانچہ دو سال جبکہ قصبہ میں ہیضہ کا زور تھا بلا کسی تحریک کے از خود کئی کئی گھڑے سرکہ عوام کو مفت تقسیم کے لئے بھیجے تھے۔ اور کئی سال سے سربند بوتلیں سرکہ اور عرق نعناع تاجرانہ نرخ سے دفتر مسلم لیگ میں بھیجدیتے تھے کہ بعد فروخت بوتلوں کی قیمت ان کو بھیجدیجائے اور کمیشن کی رقم اُن کے نام سے مسلم لیگ فنڈ میں جمع کر دیجائے بڑی خوبیوں کے آدمی تھے اور بڑے خلوص سے ملتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر دے۔

یونائیٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین چھپوا کر سید محمد شیر الدین نے دفتر کاکوری اخبار (مولوی محلہ دلال ملی) کاکوری سے شائع کیا